اسلامی دنیا کو اسلامی سوچ سے پاک کرنے کا منصوبہ

مغرب: پیسوں کے ذریعے خبریں شائع کرانے کی ثقافت

جو لوگ تعلقات عامہ کی صنعت [پبلک ریلیشنز] میں کام کر چکے ہیں وہ Placement کی اصطلاح سے واقف ہوں گے۔اس کا مطلب اپنے ادارے کے بارے میں موافقانہ مواد ذرائع ابلاغ میں شائع یا نشر کرانا ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ادارے صحافیوں کو افسر تعلقات عامہ کے طور پر ملازم رکھتے ہیں کیونکہ وہ ذرائع ابلاغیات میں اپنے سابق ساتھیوں تک پہنچ رکھتے ہیں۔

امریکہ میں کمپنیوں اور اداروں میں تعلقات عامہ کے محکمے ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ Placement کے لیے بڑی بڑی کمپنیوں کی خدمات بھی لی جاتی ہیں جو اس میدان میں زبردست روابط رکھتی ہیں۔ خلیج کی جنگ میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ عراقی فوجیوں نے کویت میں ایک ہسپتال میں نوزائیدہ بچوں کے پیٹ میں سنگین بھونک کر انھیں اٹھایا۔بعض بندوقوں کے سرے پر لمبے چاقو لگے ہوتے ہیں جنھیں سنگین کہا جاتا ہے۔میرا ردعمل تھا کہ یہ محض پروپیگنڈہ تھا لیکن عام امریکیوں کا خیال تھا کہ یہ عراقیوں کے جانور ہونے کا ایک اور ثبوت تھا۔خیر کئی سال بعد خبر شائع ہوئی کہ خلیج کے ایک ملک نے نیویارک کی ایک طاقتور میڈیا کمپنی کو معاوضہ دے کر یہ خبر شائع کروائی تھی اور یہ خبر درست نہیں تھی۔

حال ہی میں یہ خبریں شائع ہوئی تھیں کہ امریکیوں نے عراق میں اخباروں کو معاوضہ دے کر امریکی فوجی افسران کے مضامین شائع کروائے تھے یا پھر عراقی صحافیوں اور مدیروں سے امریکی حکمت عملی کے حق میں خبریں اور اداریے شائع کروائے تھے۔اس پر بھی یہاں کچھ تنقید ہوئی لیکن پتہ چلا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ عراق تک محدود ہے۔

جرمنی کو فتح کرنے کے بعد امریکی آرمی میں ایک Information Control Division (ICD) قائم کیا گیا جس کے سربراہ میجر جنرل Robert Mclure تھے۔یہ کوئی نیا ڈویژن نہیں تھا بلکہ دوران جنگ جسے Psychological Division کہا جاتا تھا اسی کو نیا نام دے دیا گیا تھا۔۱۹۴۶ء میں میجر جنرل

Mclure نے ٹائم میگزین کے ایک نامہ نگار کو بتایا کہ ''مغربی جرمنی میں ہمارے کنٹرول میں اب ۳۷ روزنامے، ۶ ریڈیو اسٹیشن، ۳۱۴ تھیٹر، ۶۴۲ فلمیں، ۱۰۱ جریدے، ۲۳۷ پبلشر، ۷۳۸۴ کتب فروش اور ناشر ہیں اور ہم ہر ماہ رائے عامہ کے ۱۵ جائزے لیتے ہیں اور ہم ایک روزنامہ بھی شائع کرتے ہیں جس کی اشاعت ۱۵ لاکھ روزانہ ہے، ہمارے قابو میں تین بڑے جریدے ہیں اور ہم Associated Press of Germany نامی خبر رساں ایجنسی کو چلاتے ہیں اور ۲۰ لائبریری مراکز چلاتے ہیں''۔

مینجر جنرل Mclure کے اس زمانے کے بیان سے اس عبارت کا متن واشنگٹن پوسٹ کے انوا کے ادارتی مضامین کے شعبہ میں ۱۵ر جنوری ۲۰۰۶ء کو صفحہ بی۔۳ پر ایک مضمون میں درج ہے جس کا عنوان ہے Use Every Artical in the Arsenal اسے Michkel Schrage نے تحریر کیا ہے جو واشنگٹن پوسٹ اور لاس اینجلس ٹائمز کے سابق نامہ نگار اور ایک مشہور تعلیمی ادارے میں Securities Studies Program کے سینئر مشیر ہیں۔ ہم نے تمام حوالے تفصیل سے اس لیے دیے ہیں کیونکہ بعض معاشروں کے بعض دانشور اپنے جہل کی بنیاد پر بعض باتوں کو سازشی فلسفہ قرار دے دیتے ہیں۔

پوسٹ کے مضامین میں عراق میں صحافیوں اور مدیروں اور مالکان اخبار کی مالی ہمت افزائی کا دفاع کیا گیا ہے کیونکہ بقول صاحب مضمون کے وہاں حق بات لکھنے والے صحافیوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے بلکہ قتل بھی کر دیا جاتا ہے لیکن مغربی جرمنی اور دوسری جنگ عظیم کی مثال دے کر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ملک کے نشر و اشاعت کے نظام کو قابو کرنا ضروری ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

یہاں عراق اور جرمنی یا مغربی جرمنی میں فرق واضح کرنا ضروری ہے۔ جرمنی نے اپنے تمام پڑوسی بلکہ اپنی سرحدوں سے دور دراز ممالک پر حملہ کرنے میں پہل کی تھی جس کی پاداش میں اس کے خلاف جنگ کی گئی، اسے شکست دی گئی اور فاتح فوجوں نے اس پر قبضہ کیا اور اسے تقسیم کیا۔ عراق کی قیادت نے جب کویت پر حملہ کیا تھا اسے شکست ہوئی، اسے پسپا ہونا پڑا اور اس پر اقتصادی پابندیاں عائد ہوئیں۔ فاتح اقوام نے جو سزا تجویز کی تھی اس پر عمل درآمد ہوا لیکن مارچ ۲۰۰۳ء کے حملے کا کوئی جواز نہیں تھا اور جو جواز اس وقت دیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ ۱۱ر ستمبر کے حملے کے پیچھے عراق کا ہاتھ تھا اور عراقی قیادت القاعدہ سے تعاون کر رہی تھی۔ یہ جواز نہ صرف جھوٹا ثابت ہوا بلکہ خود صدر جارج بش نے اعتراف کیا ہے کہ اس جواز کی بنیاد ناقص معلومات پر تھی۔

جب عراق پر حملے کی بات ہو رہی تھی تو صدر جارج بش سینئر کے قومی سلامتی کے مشیر بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ صدر صدام حسین مشرق وسطیٰ میں ایک سیکولر رہنما ہیں جنھوں نے ماضی میں کبھی کسی اسلامی تحریک کی سرپرستی نہیں کی تھی اور انھیں ہٹانا نادانی ہوگی۔ آپ نے جس ملک پر ایک مادہ اندھا دھند بم باری کی اور جسے اب آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے خانہ جنگی کا سامنا ہے اور جس کے بارے میں خود آپ کے اپنے ملک میں یہ اتفاق رائے ہے کہ یہ سب کچھ جھوٹی اطلاعات کی بنیاد پر ہوا تھا تو وہاں کسی باضمیر صحافی کو حق بات لکھنے

کے لیے تو پیسے دینے کی ضرورت نہیں ہونا چاہیے؟

بات جرمنی کی ہورہی تھی۔ جرمنی ایک سفید فام عیسائی یورپی ملک تھا۔صرف وہاں کی نازی پارٹی کی قیادت نے غلط پالیسی اختیار کی تھی (جو ان کی دانست میں جائز تھی)۔فاتح قوم یعنی امریکہ کے خیال میں ملک کو نازی سوچ سے پاک کرنا تھا جس کے لیے نشرواشاعت کے شعبے پر قابو رکھنا ضروری تھا اور یہ کام وزارت خارجہ کے بجائے قابض آرمی کے ایک میجر جنرل کو سونپا گیا تھا لیکن آپ نشرواشاعت کے شعبے کو اس وقت تک قابو نہیں کرسکتے جب تک اس ملک کی سیاسی قیادت،فوج اور انٹیلی جنس سروسز آپ کے قابو میں نہ ہوں۔اگر یہ تین عناصر آزادو خود مختار ہوں تو ملک میں احساس حاکمیت اور خودمختاری ہوگا اور پھر یہ تین عناصر اپنے نشرواشاعت کے شعبوں کو کسی غیرملکی فوج کے قبضے میں نہیں جانے دیں گے۔

جرمنی کا مشن محدود اور آسان تھا۔ وہ جنگ بھی محدود تھی اور آسان بھی کیونکہ وہ ایک روایتی انداز کی جنگ تھی۔امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ۱۱ رستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جس جنگ کا اعلان کیا وہ ایک غیر روایتی جنگ ہے۔ یہ جنگ غیر معینہ عرصے کے لیے ہے چونکہ اس میں قطعہ زمین کے بجائے دل و دماغ یعنی Hearts and Minds کو جیتنا مقصود ہے لہٰذا ذرائع نشرواشاعت کو قابو کرنے کی ضرورت غالباً جرمنی سے بھی زیادہ ہے لیکن اس سے پہلے سیاسی،فوجی قیادتوں اور انٹیلی جنس سروسز کو قابو کرنا انتہائی ضروری ہے۔اس وقت جرمنی کو نازی سوچ سے پاک کرنا تھا اور اب اسلامی دنیا کو اسلامی سوچ سے پاک کرنا ہے۔

امریکیوں کا خیال ہے کہ اسلامی دنیا کے ذرائع ابلاغیات بھی سچ بولنے کے لیے بے قرار ہیں لیکن اسلامی انتہا پسند اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں، انھیں سچ بولنے کی ہمت افزائی کے لیے مالی اعانت کی ضرورت ہے۔اس مقصد کے لیے یہاں نجی شعبے میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے، وزارت خارجہ میں ایک نیا شعبہ قائم کیا گیا ہے جسے پبلک ڈپلومیسی کہتے ہیں۔دنیائے اسلام کا شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں FBI کے دفاتر نہ ہوں۔

ذرائع نشرواشاعت کو خفیہ مالی امداد کا پروگرام چلایا جارہا ہے۔جب اس کا انکشاف ہوا تو گروپ کے بانیوں میں سے کہا گیا کہ ''دہشت گردی کے خلاف ہمارا سب سے عظیم ہتھیار سچ ہے'' اور اگر ان کی منطق مانی جائے تو ذرائع نشرواشاعت سچ کی اشاعت مالی اعانت کے بغیر نہیں کرتے۔

ایک ٹی وی میزبان نے تھنک ٹینک بنانے کا اعلان کیا۔انتہائی معمولی اشاعت کے دو اخبار کے صحافی مالک امریکہ میں کئی مرتبہ تقاریر کرنے آتے ہیں۔ایک غیرملکی میگزین کے پاکستانی نامہ نگار امریکی اراکین کانگریس اور تھنک ٹینکوں کو ''سچ'' بتانے آتے رہتے ہیں۔[JANG, 20 Jan.2006, N.Z]

ساحل فروری ۲۰۰۶ء